© rasailojaraid.com

حملہ ان حالات میں کہاں تک ممد ثابت ہوا، بہرحال ان تاریخی حقائق سے انکار نا ممکن ہے۔

اس کے بعد وہ دور بھی آیا کہ اکبر نے ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے دینِ الٰہی کا فتنہ کھڑا کیا اور یوں اسلام کے چشمۂ صافی کو ناپاک کرنے کی ناکام کوشش کی تا آنکہ مجدد الف ثانیؒ جیسے قدسی صفت انسان نے عہدِ جہانگیری میں جملہ غیر اسلامی رسومات کو ختم کر کے صحیح اور واضح اسلامی تصور نکھار کر سامنے رکھ دیا اور اورنگزیب وہ آخری تاجدار تھا جس نے اپنی ملی روایات کے تحفظ و بقا کے لئے تمام عمر جہاد کیا۔ اورنگزیب کی وفات کے بعد مغل اپنی شان و شوکت کھو بیٹھے۔ ادھر مسلمان شرعی روایات کو اپنانے کی بجائے عیش و عشرت کے جھولوں میں پڑ گئے۔ تا آنکہ شاہ ولی اللہ نے ملتِ اسلامیہ کو نئی زندگی بخشی۔ شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد شہیدؒ کی زندگی اس کی کھلی دلیل ہے۔ اس سے قبل ٹیپو سلطانؒ اور اس کے والد حیدر علی کے کارنامے بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ مسلمانوں کے دورِ زوال کے بعد جونہی انگریزوں نے تخت و تاج سنبھالا اور انگریز نے اپنے ذاتی انتقام کی خاطر مسلمانوں کو تختۂ مشق بنانے کے لئے ہندو سے تعاون کیا۔ یہ وہ وقت تھا، جب سرسید سامنے آئے حالات کا پورا اندازہ لگایا اور مسلمانوں کو سیاسی و قومی زندگی میں سامنے آنے کی دعوت دی۔

سرسید ایسے راہنما تھے جنہوں نے انگریزی استعمار کے مقابلے کے لئے مسلمانوں کو جدید علوم سے آشنا کیا اور اپنے حقوق کے تحفظ کا آئینی راستہ دکھایا۔ سرسید ہی وہ ہستی تھی جس نے ہندو کی تنگ نظری اور مسلمان دشمنی کا جائزہ لیا، مسلمانوں کی ملی ہستی کی بقا کے لئے ان کی جداگانہ حیثیت کا احساس دلایا اور متحدہ قومیت کے پُر فریب دام کو چاک کیا اور یوں مسلمانوں کو اپنی مخصوص ملی حیثیت کا احساس دلایا۔

یہ وہ دور تھا جس نے اس ملک کی سیاسی زندگی کے نئے دور کی بنیاد رکھی۔ اس دور میں مسلمانوں نے جس حیثیت سے بھی اس ملک کی سیاسی زندگی میں حصہ لیا، ان کا مقصد یہی تھا کہ انگریزی استعمار سے خلاصی اور بحیثیت قوم اس ملک میں باعزت مقام حاصل کیا جائے۔ گزشتہ پون صدی میں اس سلسلہ میں مسلمانانِ ہند و پاک نے جو جدوجہد کی، اگر اس کا غیر جانبداری سے تجزیہ کیا جائے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ ان کے سامنے ایک ہی مقصد کار فرما رہا کہ انگریز کو رخصت کرنے کے بعد یہاں مسلمان بحیثیت قوم باعزت زندگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گذار سکیں۔

۱۹۰۶ء کی اصلاحات، مسلم لیگ کا احیاء، تقسیم بنگال اور ہندی اردو کا جھگڑا اسی عہد کے واقعات ہیں۔ مسلمانوں کے متضاد فکر رکھنے والے سب راہنما اسی محور کے گرد گھومتے رہے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے روزِ اول ہی سے یہ سمجھ لیا کہ ہندو کے ساتھ کسی قسم کا تعاون ناممکن ہے۔ اور ان لوگوں نے جو یہ سمجھتے تھے کہ انگریزی استعمار کے خاتمہ کیلئے دونوں قوموں میں تعاون ناگزیر ہے۔ الغرض مقصد ایک ہی پیشِ نظر رکھا کہ برطانوی استبداد کو ختم کر کے مسلمانانِ ہند سیاسی زندگی میں اثر انداز ہوں، باعزت اور باوقار جگہ حاصل کریں۔ جن لوگوں نے سیاسی طور پر سمجھوتہ کی کوشش کی، ان میں ڈاکٹر انصاری، مولانا آزاد، حکیم اجمل خاں، محمد علی جناح صاحب، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علیخاں، اور مولانا محمد علی جوہر کا نام قابلِ ذکر ہے۔ ان ہی لوگوں کی کوششوں سے ۱۹۱۶ء کا میثاق لکھنؤ معرضِ وجود میں آیا۔ مگر ہندو ذہنیت ہمیشہ آڑے آ گئی۔

اس کے بعد ایک دور وہ بھی آیا جب قائد اعظم عدم تعاون کے سوال پر کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ مگر اس کے بعد بھی وہ ہندو مسلم اتحاد سے مایوس نہیں ہوئے، اور دورِ خلافت میں مسلمان قوم نے بحیثیت مجموعی قربانی کی جو مثال قائم کی، اس سے کوئی مورخ انکار نہیں کر سکتا (اس کے متعلق آئندہ کسی اشاعت میں تفصیلی ذکر آئے گا۔ ان شاء اللہ) انگریزی استعمار کی چولیں صرف مسلمانوں کے ایثار نے ڈھیلی کیں۔ گاندھی جی نے یہ جنگ محض چورا چوری کے نام پر ختم کرا دی۔ کیونکہ ہندو ابھی سیاسی زندگی میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

الغرض مسلمان اپنی ملی زندگی کے تحفظ کی بنا پر الگ وطن کے لئے برسرِ پیکار رہے۔ اور کانگریس میں رہ کر بھی اسے فراموش نہیں کیا تا آنکہ مہاسبھائی اور کانگریس کے دوغلے قسم کے لیڈروں نے شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکیں شروع کیں۔ ادھر راجپال جیسے مردود، شاتمِ رسول نے مسلمانوں کی غیرت کو للکارا، دنیا اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہے کہ مسلمان سب کچھ گوارا کر سکتا ہے مگر ناموسِ رسالت کے لئے ہلکی سی کمزوری بھی اس کے لئے ناقابلِ قبول ہے۔ بہرحال مسلمان راہنماؤں نے اسے آئینی طریقوں سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلجھانے کی کوشش کی اور اسے چند لوگوں کا ذاتی فعل قرار دیا۔ تا آنکہ نہرو رپورٹ پر محمد علی جناح، علی برادران اور مولانا حسرت موہانی کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔ ادھر مسلمانوں کی علیحدہ تنظیم آحرارِ اسلام، بھی وجود میں آگئی۔ تاہم ابھی اِس امر کا امکان باقی تھا کہ شاید کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے دونوں قومیں مل کر ہندوستان میں باعزت زندگی گذار سکیں۔ باوجود اس کے کانگریس کی مہاسبھائیت واضح طور سامنے آ چکی تھی۔ لیکن مسلمان تب بھی مایوس نہیں ہوئے۔ ۱۹۳۵ء کا ایکٹ اور فرقہ وارانہ فیصلے، اس پر کانگریس کا رویّہ حالات کا صحیح رُخ بتا رہا تھا۔ مگر مسلمان پر تنگ نظری اور عصبیت کا الزام لگانے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ مسلمانوں نے ان حالات میں بھی مایوسی کا ثبوت دیا ہو۔ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے پہلے انتخابات پر مسلم لیگ نے کانگریس سے تعاون کیا کہ شاید حالات بہتر ہو جائیں۔ اس دور کے جو لوگ بقید حیات ہیں، انہوں نے یہ تمام واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ سات صوبوں میں کانگریس کی اکثریت نے اس کا دماغ خراب کر دیا۔ نتیجۃً مسلمانوں کی غیرتِ ملّی نے جوش مارا۔ مولانا ظفر علی خاںؒ نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سٹوڈنٹس یونین کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ے دبی ہوئی تھیں برہمن کے دل میں جو باتیں
ہزار سال کے بعد آئی ہیں زبانوں پر!
وہ بجلیاں جنہیں تڑپا دیا تھا گاندھی نے
گرائی جائیں گی کعبہ کے پاسبانوں پر
ہیں جن کے ترغیے میں اسلام کے کچھار کے شیر
بٹھائے جائیں گے اب بنئے ان مچانوں پر

بہر حال ہند و ہندی اور ہندوستان کے عملی نمونے نے مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اپنی علیحدہ راہ اختیار کریں۔ اس لئے ضروری ہو گیا کہ علیحدہ وطن کا مطالبہ کریں، ورنہ جہاں تک متحدہ قومیت کا تعلق ہے، مسلمانوں نے اسے کبھی قبول نہ کیا۔ تاہم کانگریس میں رہ کر کچھ رہنما پھر بھی سمجھوتے کے لئے کوشاں رہے۔ مگر مسلمانوں نے ہمیشہ اپنی انفرادی حیثیت کو قومی زندگی میں برقرار رکھا۔ البتہ یہ کوشش جاری رہی کہ شاید کوئی ایسی صورت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نکل آئے کہ دونوں اقوام باعزت اکھٹے زندگی گذار سکیں۔ مگر مہا سبھائی ذہنیت، فرقہ وارانہ تنگ نظری ہمیشہ آڑے آئی۔ الہ آباد کانفرنس ہو یا کلکتہ کنونشن، جہاں بھی ناکامی ہوئی، ہندو کی تنگ نظری کی وجہ سے۔ مونجی، مالوی اور لالہ جپت رائے جیسے مہا سبھائیوں نے ہمیشہ تنگ نظری کا ثبوت دیا۔ مسٹر محمد علی جناح نے ۱۶ رمئی کی اسکیم منظور کرکے ہندو کو سوچنے کا آخری موقع دیا مگر گاندھی جیسے راہنما اور جواہر لال جیسے روشن خیال لیڈر بھی جو ہندوستان میں مسلمانوں کو غلام رکھنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ آسام جیسے مسلم اکثریت والے صوبہ کو مسلم گروپ میں شامل کرنے پر سراپا آتش بن گئے۔ ان حالات میں جو لوگ ہندو کی روشن خیالی اور وسعت نظری کے نعرے لگاتے ہیں، وہ نہ جانے کونسی جنت الحمقار میں بستے ہیں۔

دور کیوں جائیے، مسئلہ کشمیر کو لیجئے، ہندو سامراج انہیں حق خود ارادیت دینے کو تیار نہیں۔ پھر ہندو نے پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے میں جس تعصب کا ثبوت دیا، وہ ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے کہ ہندو کے اصل مقاصد کیا ہیں۔

اس لحاظ سے جہاں تک پاکستان کی تحریک کے پس منظر کا تعلق ہے، مسلمان اپنی تہذیب و تمدن، ثقافت و معاشرت اور طرز زندگی کے لحاظ سے ہمیشہ الگ رہا اور اس مسئلہ پر ہندو سے کسی قسم کی مصالحت ناممکن ہے۔ تاہم مسلمان نے ہر ممکن کوشش کی کہ کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ . . . اپنی تہذیب و تمدن، طرز زندگی، معاشرت کو الگ رکھ کر بھی ہندو سے کوئی سمجھوتہ ہو جائے۔ اس نے ہمیشہ دست تعاون بڑھایا، مگر ہندو کی تنگ نظری نے ہمیشہ اسے جھٹک دیا۔

جہاں تک نظریات کی کشمکش کا تعلق ہے تو وہ دونوں قوموں میں ہمیشہ سے جاری ہے اور جاری رہے گی۔ مسلمان رہنماؤں کا طریق کار الگ تھا۔ مگر ان کے مقاصد ہمیشہ مشترک رہے۔ ان حالات میں جو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہندو سے مصالحت ممکن ہے، وہ اس برعظیم کی پوری ملی سیاسی تاریخ کا بغور مطالعہ کریں۔ جواہر لال نے ہمیشہ مسٹر جناح سے کہا کہ اصل مسئلہ اقتصادی ہے، اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر انہوں نے جواب میں واضح طور پر فرمایا کہ مسلمانوں کے سامنے اصل مسئلہ اپنی تہذیب،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاشرت، مذہبی اقدار کے تحفظ اور اسلام کو بحیثیت نظامِ زندگی رائج کرنے کا ہے چنانچہ اس دور کی جنگ کا نقشہ مولانا ظفر علی خاں نے خوب کھینچا ہے۔ وہ جواہر لال کے فلسفہ کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں ؎

دیا یہ طعنہ جینا کو جواہر لال نہرو نے
کہ یاد جاہلیت تازہ کر دی ہند میں تُو نے
مسلماں کو کیا گمراہ نام اللہ کا لے کر
وطن دشمن بنایا اس کو نام اللہ کا لے کر
وہ ہے ادہام کی جڑ جسے تو اسلام کہتا ہے
تیرے ادہام کو ہندوستاں اسلام کہتا ہے

پھر جناح مرحوم کے فلسفہ کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں ؎

مسلماں پہلے دن سے ہیں بتوں کو توڑنے والے
بچھڑتا دیکھنے آتی ہے دنیا ان کے میلوں کو!

اس طرح جناح مرحوم نے واضح طور پر یہ اعلان کیا کہ مسلمان کی تہذیب، طرزِ زندگی کھانا پینا، غرض ہر چیز ہندو سے الگ ہے۔ حتیٰ کہ ہندو جس کی پوجا کرتا ہے مسلمان کی وہ خوراک ہے۔ اس لئے آخری چارہ یہی ہے کہ دونوں قومیں اپنے اپنے ملک کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر لیں درآنحالیکہ سمجھوتہ پیدا کرنے کی کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

آج اندرا گاندھی اور ہندو ذہنیت کا سارا زور اس بات پر ہے کہ دو قومی نظریہ غلط تھا تاکہ تقسیم ہند کا وہ جواز ہی ختم ہو جائے جس کی بنا پر یہ تقسیم عمل میں آئی۔ چنانچہ سقوطِ ڈھاکہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

پس ضروری ہے کہ اربابِ علم و دانش اور سیاسی راہنما اس صورتِ حال پر بھی غور کریں۔ مگر نہ جانے ہم ان بنیادی نظریات کو زیرِ بحث لا کر کیوں ملک و ملت کی تباہی کا سامان کر رہے ہیں۔ یہ چار قومیتوں کا نعرہ اور لادینی نظام سب، پاکستان کو تباہ کرنے کی سازش کا شاخسانہ ہے۔ اور وطن عزیز آج ... سے مشکلات کا شکار ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر ہم نے اپنے نظریات کے تحفظ و بقا کے لئے اتحاد کا ثبوت نہ دیا تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہ کرے گی۔

مجھے افسوس ہے کہ ساری بحث سمٹ سمٹا کر سیاسی طور پر ایک دوسرے کو رگیدنے پہ خرچ کی جا رہی ہے۔ جن لوگوں نے ہندو سے سمجھوتہ کر کے ہندو یونین کو باعزت مقام دینے کی کوشش کی ان کو بھی ملی مفاد عزیز تھا۔ مگر جن لوگوں نے ہندو کے عزائم کو واضح طور سے سمجھ کر تقسیم ہند کا نسخہ تجویز کیا، اس کی صداقت پر اب مہر لگ چکی ہے۔ اب تو ضرورت ہے کہ جلد اختلافات کو مٹا کر وطن عزیز میں اسلامی نظام کو رائج کرنے پر اپنی توجہ مبذول کی جائے اور ان لوگوں کے عزائم کو بے نقاب کیا جائے جو ثقافتی، لسانی، گروہی اور صوبائی عصبیتوں کی آڑ میں ہمیں ہمارے مقاصد سے دور لے جا رہے ہیں۔

اس کے برعکس قیام پاکستان کے وقت جن لوگوں نے اس کی مخالفت کی، ان میں سے کوئی بھی اس ملک کے تحفظ و بقا سے غافل نہیں اور وہ اس کے لئے اپنی جانیں تک نثار کر دینے کو تیار رہیں۔

ضروری اطلاع

شروع رمضان المبارک سے لے کر آخر رمضان المبارک تک "ترجمان" کے سلسلہ کی اہم ڈاک کے لئے مندرجہ ذیل پتہ نوٹ فرمائیے:

اکرام اللہ ساجد کیلانی،

حضرت کیلیانوالہ ۔ تحصیل وزیر آباد

ضلع گوجرانوالہ

© rasailojaraid.com